باب التقریظ والانتقاد

مولانا محمد عبداللہ طارق رفیق ندوۃ المصنفین

سیرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول و دوم یکجا مجلد۔
مجموعی صفحات ۶۶۲، کتابت وچھپائی خاصی، سائز کلاں (۲۰×۲۶/۸)
مرتب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری، قیمت ہر دو جلد -/۳۰
ناشر چند اہل خیر حضرات۔ پتہ: مدنی دار التالیف بجنور (یوپی)

سیرت نبوی پر جو کتابیں شایع ہو چکی ہیں ناقابل شمار ہیں، ان میں بہت ضخیم بھی ہیں اور چھوٹے کتابچے بھی ہیں، اسی طرح بہت اونچا درجہ رکھنے والی اور بہت شہرت رکھنے والی بھی ہیں اور معمولی قسم کی غیر مستند بھی بہت ہیں:- اوسط درجہ کی کتب سیرت میں علامہ سید جمال الدین محدث کی "روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب" کی ایک زمانہ میں بڑی شہرت و مقبولیت رہ چکی ہے اور بہت سے بلند پایہ علما نے اس کو بے حد پسند کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے اسے سیرت کی بیشتر کتابوں سے بہتر قرار دیا ہے، اس کے مصنف علامہ سید جمال الدین بڑے محدث اور ایک دوسرے مشہور محدث میرک شاہ کے والد اور مشکوٰۃ المصابیح کے راویوں میں ہیں، ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ کے لئے مشکوٰۃ کے جن چند نسخوں کو بنیاد بنایا ہے ان میں ایک نسخہ سید جمال الدین محدث کا بھی ہے جس پر ان کے حواشی ہیں۔

ہندوستان میں اس کتاب کے بہت سے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں جن میں سے دو تین نسخے تبصرہ نگار کی نظر سے بھی گزرے ہیں، آج سے ایک صدی قبل یہ کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی اور کچھ ہی عرصے بعد نایاب ہو گئی اور غالباً اسی لئے ایک زمانہ میں اس قدر شہرت رکھنے والی کتاب آج غیر معروف ہو کر رہ گئی ہے

مؤلفؒ نے اس کتاب کو تین وارم تب کیا ہے، اور جیسا کہ کتاب کے دیباچہ میں ہے یہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت نہیں بلکہ آپ کی ازواج مطہراتؓ اور اولادِ اطہار اور صحابہ کرام بلکہ تابعین اور اس سے آگے بڑھ کر تبع تابعین اور محدثین مشہورین سب کی مکمل تاریخ ہے۔ الاحباب کا نام بھی اس وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ اچھا تھا کہ اصل کی طرح ترجمہ کے نام میں بھی اس کی رعایت رکھی جاتی۔

اس کتاب کے ساتھ تمام خوبیوں کے باوجود ایک سانحہ یہ ہے کہ اس کے نسخوں میں بہت اختلاف و الحاق اور تحریف و تصحیف ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے لکھا ہے کہ "اگر روضۃ الاحباب کا کوئی نسخہ ایسا دستیاب ہو جائے جو تحریف و الحاق سے خالی ہو تو سیر پر لکھی ہوئی تمام کتابوں سے بہتر ہے" —— اور کیا عجب ہے کہ یہ تحریف و الحاق ہی اب تک ارباب ذوق کی عام بے توجہی کا سبب ہو۔

یہ کتاب فارسی زبان میں تھی مفتی عزیز الرحمان صاحب نے جو اہل علم کے حلقوں میں جانے پہچانے اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں اس کو اردو کا جامہ پہنا کر اردو داں حضرات کے لئے قابل استفادہ بنا دیا ہے جگہ جگہ مترجم نے حواشی بھی لکھے ہیں جن میں کہیں تکمیل مبحث کے لئے کوئی روایت نقل کی ہے کہیں ناظرین کو مضمون کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے اور کہیں مسلک حنفی کی تائید کی ہے جس میں بعض مقامات پر مناظرانہ رنگ آتے آتے رہ گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض مقامات پر تعبیر میں بھی درشتی آگئی ہے مثلاً جلد دوم صفحہ ۱۳ کی ساتویں سطر یا صفحہ ۹۲ کی ۱۹ ویں سطر۔ ترجمہ کی زبان ایسی ہے کہ اس میں

سلاست کی ابھی بہت گنجائش ہے، مترجم موصوف سے جس پختہ قلم اور شگفتہ رواں عبارت کی توقع ہونی چاہئے تعجب ہوا کہ وہ اس میں کیوں نہیں ہے۔

بعض مقامات پر ترجمانی میں بھی چوک ہوتی ہے مثلاً حصہ دوم صفحہ ۸۰ پر حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مشہور قصیدہ "بانت سعاد" کو ان کے بھائی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے ص ۱۰۸ پر صاحب تلخیص مغازی کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے حالانکہ اس روایت کی طرف انھوں نے برائے تردید صرف اشارہ کیا ہے اصل روایت انھوں نے اس سے اوپر ذکر کی ہے۔ دوسری ہی جلد میں صفحہ ۲۷۲ پر قاضی عیاض مالکی کے ایک قول کے متعلق لکھا گیا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس سے انکار کیا ہے، حالانکہ اصل کتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حجر نے اس کو تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ قاضی عیاض کی یہ تاویل مستبعد نہیں ہے۔ یہ تمام مقامات اصل کتاب ہی ما درست ہیں۔

کتاب کے تعارف میں مترجم نے صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ "اس کے مستند ہونے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ مرقاۃ میں ملا علی قاری نے نہایت فخر کے ساتھ جگہ جگہ اس کا حوالہ دیا ہے اور دلیل میں پیش کیا ہے" یہاں ہمارے فاضل مترجم کو سہو ہوا ہے، ملا علی قاری کی مرقاۃ میں جگہ جگہ حوالے اس کتاب کے نہیں ہیں بلکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ المصابیح پر بہت سے حواشی لکھے ہیں ملا علی قاری ان حواشی کا حوالہ دیتے ہیں۔

معجزات کے بیان میں مصنفؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کا ذکر کیا ہے فاضل مترجم نے حاشیہ میں اس پر گفتگو کی ہے اور جو حدیث اس سلسلہ میں ماخذ ہے ملا علی قاری کے حوالے سے اس کا موضوع ہونا بھی خود ہی لکھ دیا ہے، لیکن اس کے باوجود اخیر میں ایک غیر ذمہ دارانہ بات بھی لکھ ڈالی "لیکن متفرق مطالعہ کی بنا پر جہاں علم سائنس کی تائید ہوتی ہے وہاں اگر معجزہ کے طور پر احیاناً اس کو تسلیم کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں" (جلد ۲ صفحہ ۲۹) کس قدر عجیب طرز استدلال ہے، جب روایت بے بنیاد ہے تو معجزے کے طور پر ہی کیوں تسلیم کر لیا جائے؟ کیا معجزات بلا دلیل تسلیم کر لئے جانے چاہئیں؟ قریب قریب یہی طرز استدلال ایک اور جگہ ج ۲ ص ۲۹۴ پر بھی ہے۔ صفحہ ۳۲۶ پر نماز چاشت کے متعلق حاشیہ میں ہے کہ "حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ اس کا انکار کرتی ہیں بعض حضرات نے چاشت کی نماز کو بدعت قرار دیا ہے" اتنے پر مترجم کا خاموش ہو جانا شبہ پیدا کرتا ہے کہ صحیح مسلک یہی ہے، یا کم از کم مترجم کا رجحان اسی طرف ہے حالانکہ جمہور اہل علم کا مسلک

یہ نہیں ہے حضرت عائشہؓ وغیرہ کے انکار کی علماء محققین نے تاویل کی ہے حافظ زکی الدین منذری اور علامہ زیلعی نے اس پر مدلل کلام کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو نصب الرایہ جلد ۲ صـ۱۴۷)

کتاب کے صفحہ ۶۰، ۱۴۲، ۲۷۲ (جلد اول) کا اصل سے مقابلہ کرکے اندازہ ہوا کہ ترجمہ میں حذف و تلخیص بھی ہوئی ہے جس میں بعض جگہ مصنف کی مراد بھی بدل گئی ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اصل کتاب ہی کے نسخوں میں اختلاف و تصحیف بہت ہے اس میں ترجمہ کی کتابت کی غلطیوں کا اور اضافہ ہو گیا ہے، معمولی اور عام غلطیوں سے قطع نظر صحابۂ کرام اور دیگر متعلقہ اشخاص کے ناموں میں بہت سی غلطیاں ہیں جن کو معمولی نہیں کہا جا سکتا، مثلاً ج ۲ صـ۷ پر حماس کا جماش ج ۲ صـ۵۷، صـ۱۸۲ اور صـ۳۶۸ پر ابن خطل کا ابن حنظل بن گیا ہے، صـ۶۷ پر عبداللہ، بن سعد بن ابی سرح کا نام تین جگہ تین ہی طرح آیا ہے ان میں ایک صحیح ہے۔ صـ۸۳ پر حباب دو جگہ آیا ہے صحیح صباب صاد سے ہے۔ اسی صفحہ پر ایک نام مثیلہ آیا ہے صحیح نمیلہ (ن م ی ل ہ) ہے، جیسا کہ الاصابہ ج ۶ صـ۲۵۵ اور خود اصل کتاب میں ہے۔ صـ۹۴ پر طلحہ آیا ہے صحیح طلا طِلہ ہے جیسا کہ سیرت کی دیگر کتابوں کے علاوہ اصل کے نسخہ میں بھی ہے، صـ۹۱ پر دریدبن عمّہ کا زیدبن صمہ بن گیا ہے صـ۹۷ پر طفیل دوسی کے دال واو کو کاتب نے واوین (ڈبل کومہ) سمجھ کر نقل کیا ہے اس لئے وہ عجیب سا لفظ بن گیا ہے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ علوم حدیث کے مشہور امام ہیں ان کا نام "ابن عبداللہ" چھپا ہے، اصل کتاب میں "مالکی کہ صاحب کتاب استیعاب است" بھی تھا اگر اس کا بھی ترجمہ ہو جاتا تو کم از کم ایک صاحب علم کے لئے اس غلطی کا پکڑنا آسان تھا لیکن شاید بغرض اختصار یہ نہیں لکھا گیا، نتیجہ یہ کہ نام "ابن عبداللہ" ہی سمجھا جائے گا اور اہل علم کو بھی اس پر متنبہ ہونا مشکل ہے۔ جلد اول میں صـ۲۰۸ پر اخنس بن شریق کا اخنس بن شریف بن گیا ہے۔ ج ۲ صـ۹۴ پر ایک سطر کی کتابت مکرر ہو گئی ہے۔

یہ تمام اغلاط اسی ایڈیشن کے نہیں ہیں لہذا سب کے لئے فاضل مترجم و ناشر ہی ذمہ دار نہیں لیکن کاپیوں کی تصحیح اور اس سے بھی پہلے دوران ترجمہ اگر دیگر کتب سیرت سے مدد لی جاتی تو ان اغلاط سے بچا جا سکتا تھا۔

کتابت کے سلسلے میں بھی ہمارے فاضل مترجم کو ذمہ دار طباعت ہونے کی حیثیت سے کافی پریشانی ہوئی جیسا کہ دوسری جلد کے شروع میں انھوں نے کاتبوں کی ستم ظریفی کا حال لکھا ہے چنانچہ خط پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم اس کو تین کاتبوں نے لکھا ہے، اس بے ترتیبی کا اثر کتاب میں ظاہر ہونا ہی تھا چنانچہ صفحہ ۵ صفحہ ۴ سے پہلے لگ گیا ہے، دوسری جلد میں صـ۱۲۸ کے بعد صـ۱۳۹ پڑ گیا ہے اور یہ

غلطی آخر کتاب تک گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم نے صفحات کی مجموعی تعداد ۶۷۲ نہیں لکھی۔ اس بالارادہ یا بلا ارادہ غلطی کے نتیجہ میں ہمارے مترجم صاحب کو دس صفحات کی اُجرت زائد دینی پڑی ہوگی۔

فاضل مترجم کو شروع میں مصنف کے حالات کا علم نہیں ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے کتاب کے شروع میں لکھا ہے اب محترم ایڈیٹر صاحب کے نام انھوں نے ایک خط میں لکھا ہے کہ حالات مل گئے ہیں جو اگلی جلد کے شروع میں درج کر دئے جائیں گے۔

تبصرہ طویل ہوا جاتا ہے مگر اخیر میں ایک اور بات کہہ دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ مصنف کتاب علامہ سید جمال الدین محدث کو شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے ان مصنفین میں شمار کیا ہے جنھوں نے بعض شیعہ مصنفین سے سنی سمجھ کر روایات نقل کر لی ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر سے حضرت علی کی بیعت کے سلسلے میں اور شہادتِ حضرتِ عثمان کے سلسلے میں اور چند مقامات پر انھوں نے ایسی روایات درج کر دی ہیں، (ملاحظہ ہو تحفۂ اثنا عشریہ صلا۳ مکائد شیعہ کید پنجاہ ویکم)

اس سلسلہ میں ایک بات اور ذہن میں کھٹکتی ہے، مصنف نے یہ کتاب میر علی شیر نوائی متوفی ۹۰۶ھ کے حکم بلکہ اصرار سے لکھی ہے جو شاہ حسین مرزا حاکم خراسان کا وزیر تھا یہ خود بہت بڑا فاضل و مصنف اور اونچے درجہ کا شاعر تھا، اور اُس کے حالات سے[1] جہاں تک اندازہ ہوتا ہے یہ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا تھا اس لئے کیا بعید ہے کہ اس کتاب میں ایسی روایات مصنف نے اس کے ایما پر یا اُس کی خوشنودی کی خاطر از خود قصداً درج کر دی ہوں واللہ اعلم ہمیں توقع ہے کہ اگر ہمارے فاضل مترجم کی نظر ان چیزوں پر ہوتی تو وہ اس پر مقدمہ میں ضرور توجہ دلاتے اور ایسے مقامات سے ذرا سنبھل کر گزرتے، اب بھی وہ بعض مقامات پر چونکے ہیں چنانچہ ج ا صلا ۱۶۲ پر ایک جگہ تنبیہ کی ہے کہ یہ مقولہ شیعیت سے متاثر معلوم ہوتا ہے، اسی طرح صلا ۱۸۵ پر مصنف نے طول بیانی سے کام لیا ہے اس پر بھی مترجم نے بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے۔

بہرحال مندرجہ بالا اسقام کی طرف اس لئے توجہ دلائی گئی ہے کہ آئندہ جلد میں مزید اہتمام کیا جائے اور اگر زیر تبصرہ جلد بھی دوبارہ چھپے تو اس وقت بھی ان معروضات کا خیال رہے۔ ان چند مسامحات سے قطع نظر فاضل مترجم نے اس میں جو محنت و کاوش کی ہے وہ بھی قابلِ قدر ہے، کتاب کا تجزیہ بہت عمدہ کیا ہے، تھوڑے تھوڑے حصوں کی اس طرح عنوان بندی کی ہے کہ ہر حصہ اپنی جگہ ایک مستقل کتاب معلوم ہوتا ہے۔ حواشی میں بھی خاصی محنت اور کتابوں کی مراجعت کی گئی ہے۔ جناب سیٹھ محمد مصطفیٰ صاحب اور جناب سیٹھ رفیع الدین صاحب کا جذبہ بھی قابلِ قدر ہے کہ انھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون کیا امید ہے کہ سیرتِ نبوی کے شائقین

[1] ملاحظہ ہو قاموس المشاہیر از نظامی بدایونی ج ۲ صلا ۹۶